اس درجہ کے بعد اسلام و ایمان کے غیبی اصول و احکام کا انسان یقین حاصل کر سکتا ہے۔
روح کا انسان سے خاص ہونا اور صرف روح ہی کے لیے احکام غیبی کا آنا اس بات سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ حشر و نشر سزا و جزا اور خدا کی معرفت وغیرہ کا سوال صرف انسان ہی سے متعلق ہے۔ حیوانات میں مذہب کا کہیں پتہ نہیں ملتا آخر ایسا کیوں ہے؟ کیا ان میں عقل نہیں، زبان نہیں اپنے ارادے سے اپنے کام انجام نہیں دیتے یقیناً یہ سب باتیں اپنے مدارج اور اپنی اصلاح کے لحاظ سے پائی جاتی ہیں۔ بلکہ بعض چیزیں حیوانات میں انسان سے بھی زیادہ قوی ہیں تو پھر حیوانات کے اعمال کی باز پرس ان کے لیے حشر و نشر بصیرت و تدبر کیوں نہیں ظاہر ہے کہ یہ صرف اس وجہ سے ہے کہ مذہب روح کا اقتضا ہے نہ کہ حیات محض کا اور روح صرف انسان سے متعلق ہے نہ کہ حیوانات سے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے اُن انسانوں کو جو باوجود عقل رکھنے کے مذہبی مقتضیات کے منکر ہیں جانور کہا ہے۔ صرف اس لیے کہ اُنھوں نے اصل انسانیت یعنی روح کے مقتضیات اور احکام غیب سے انکار کیا۔ پھر وہ صنف انسانی کس طرح رہ سکتے ہیں بلکہ اُن کو حیوانات سے بھی زیادہ بُرا کہا گیا ہے کیونکہ انھوں نے حقیقت انسانیہ رکھ کر روح کے ہوتے ہوئے پھر احکام روح سے مُنہ پھیر لیا اور انکار کیا۔[1]

---

[1] اُولٰئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ۔

# میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟

## قاہرہ میں ڈاکٹر خالد شیلڈرک کا خطبہ

(مترجمہ مولانا قاضی زین العابدین سجاد قاسمی دیوبند)

مشہور نو مسلم انگریز علامہ ڈاکٹر خالد شیلڈرک نے مصری نوجوانوں کی انجمن (جمعیۃ الشبان المسلمین قاہرہ) کے ایوان میں ایک عظیم اجتماع کے سامنے مقالہ ذیل پیش کیا ہے۔

مقالہ کی جامعیت اور معنوی اہمیت کی بنا پر اس کا اُردو ترجمہ پیش کر رہا ہوں علاوہ بیش قرار مباحث کے اس مقالہ سے یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ یورپ میں اشاعتِ اسلام قادیانی مبلغوں کی نام نہاد مساعی کی رہینِ منت نہیں ہے بلکہ تعلیم یافتہ یوروپین اپنے ذاتی مطالعہ کی بنا پر فوج در فوج حلقۂ اسلام میں داخل ہو رہے ہیں۔ فَسُبْحٰنَ رَبِّیْ تَبَارَکَ!

لیورپول انگلستان کی عدالت کے سالسٹر مسٹر عبداللہ کوئلم نے ایک مرتبہ یہ اعتراف کیا تھا کہ اسلام دنیا کے ایک بہت بڑے حصہ پر تبلیغ و تلقین کے اعتبار سے عیسائیت سے زیادہ کامیاب رہا ہے۔ یہ مقالہ اسی اعتراف کی حدود کو زیادہ نمایاں کرتا ہے اور اس سے ان اسباب پر صحیح روشنی پڑتی ہے جو بیسویں صدی میں عیسائی معتقدات کے زوال اور اسلام کے عروج و ترقی کا باعث ہوئے ہیں۔

میں اپنے خطبہ کا افتتاح کلمۂ طیبہ "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" سے کرنا چاہتا ہوں کہ میرے جذبات مسرت کا تقاضا یہی ہے۔ میں نے دین اسلام کافی غور وفکر کے بعد قبول کیا ہے اور آپ کو یہ سن کر تعجب ہوگا کہ میں نے اس دین کی تعلیمات اولاً اس کے موافقین کی کتابوں سے نہیں بلکہ اس کے مخالفین کی کتابوں سے حاصل کی ہیں۔

میں برطانوی ماں باپ کے گھر پیدا ہوا جو "پروٹسٹنٹ چرچ" سے وابستہ تھے اور میرے والد کی آرزو تھی کہ وہ مجھے اس چرچ کا ایک پادری دیکھے، اس لیے مجھے دینی کتب کے مطالعہ، اور مذہبی موضوعات پر مباحثہ میں مصروف دیکھ کر اُسے مسرت ہوتی تھی۔

مجھے یہ بتا دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ انگلستان اگرچہ بظاہر عیسائیت کا پیرو ہے لیکن نوّے فیصدی انگریز عیسائیت کی حقیقت سے ناواقف ہیں اور میں بلند آہنگی کے ساتھ اعلان کرتا ہوں کہ میں خود اپنی زندگی میں ایک دن بھی عیسائیت کے مزعومہ اصول کا قائل نہ ہوسکا۔ آپ جانتے ہیں کہ عیسائیت کی بنیاد اس عقیدہ پر قائم ہے کہ خدا کی ذات واحد تین شخصیتوں کا مجموعہ ہے اور یہ ایک ایسا عقیدہ ہے جسے قبول کرنے سے عقل انکار کرتی ہے بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ باپ اور بیٹا ہر زمانہ میں ساتھ ساتھ موجود ہوں جس کسی زمانہ میں باپ کا وجود فرض کیا جائے بیٹے کا وجود بھی اس کے ساتھ لازم ہو یہ ایک ناقابل فہم عقیدہ ہے جسے کوئی ذی ہوش تسلیم نہیں کرسکتا۔ بایں ہمہ عیسائی عقیدۂ تثلیث پر اڑے ہوئے ہیں خواہ اسے سمجھتے نہ ہوں۔

آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ عیسائی ۲۵۔ دسمبر کو مسیح علیہ السلام کا یوم ولادت مانتے ہیں۔ حالانکہ اس خیال کی تائید میں وہ کسی مسیح کی ہم عصر یا قریب العصر شخصیت کی سند پیش نہیں کرسکتے دراصل یہ ایک پوپ کی دماغی اختراع ہے جس کی کوئی تاریخی اصلیت نہیں۔ بلکہ اصول حساب

کی شہادت اس کے برخلاف ہے۔ بات یہ ہے کہ ۲۵۔دسمبر قدیم بت پرستوں کا ایک مقدس دن تھا یہ لوگ سورج دیوتا کے پجاری تھے۔ چنانچہ جب ان کا دیوتا سورج جسے یہ مصدر جُود اور چشمۂ حیات سمجھتے تھے زمانہ انقلاب سرمائی کو ختم کرلیتا تھا تو اس سے اگلے دن یہ عید مناتے تھے اور اسے اپنے دیوتا کا یوم ولادت مانتے تھے۔ اسی عقیدہ ولادت شمس کو عیسائیوں نے عقیدۂ ولادتِ مسیح میں تبدیل کرلیا۔ اور بت پرستوں کے قدیم دستور کے مطابق ۲۵۔دسمبر کو عید قرار دیا۔ حالانکہ ان کے پاس کوئی علمی یا تاریخی سند نہیں جس سے وہ اس تاریخ کو یوم ولادت مسیح ثابت کرسکیں۔

اسی طرح قدیم بت پرست اعتدال ربیعی سے اگلے دن بھی عید مناتے تھے۔ کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ آج ان کے خدا سورج دیوتا نے اس تاریکی پر فتح پائی ہے جو اس کے راستہ میں حائل ہوگئی تھی اور اب اس کی طاقت اور روشنی میں اضافہ ہوگیا ہے۔ چنانچہ پرانے بت پرستوں کی پیروی میں جس طرح عیسائیوں نے یوم ولادتِ شمس کو یوم ولادتِ مسیح میں تبدیل کرکے عید منا تھا اسی طرح انہوں نے یوم اعتدال ربیعی کو جو دراصل سورج دیوتا کے طاقت پانے کا دن تھا مسیح کے طاقت پانے کا دن قرار دے کر اسے عید القیامہ (ایسٹر) بنالیا۔ باپ بیٹے کا مسیحی عقیدہ بھی قطعی پرانے بت پرستوں کے عقائد سے ماخوذ ہے۔ اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ بدھ مت کے ماننے والے بدھ کے بچپن کے زمانے کی تصویر اس کی ماں مایا کے ساتھ جس انداز سے بناتے ہیں بعینہٖ اسی انداز کی تصویر مسیح کے زمانہ طفولیت کی، ان کی ماں مریم کے ساتھ، ہم ہر گرجا میں منقوش پاتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ مسیح کی وہ شخصیت جس کے عیسائی دعویدار ہیں کوئی تاریخی حیثیت نہیں رکھتی۔ اگر کوئی ناقد علمی طریقہ سے اس موضوع پر بحث کرے تو اسے اس بحث سے خالی ہاتھ واپس

آنا پڑیگا۔ اس کا اندازہ آپ مسیح کی ان تصویروں ہی سے کیجیے جو مختلف ممالک میں آپ پاتے ہیں آسٹریا کے گرجوں میں آپ مسیح کی صورت کچھ پائیں گے اور اٹلی کے گرجوں میں کچھ۔ آپ غور وفکر کے بعد بھی مسیح کی ان فرضی تصویروں سے ان کی اصلی صورت کا اندازہ نہ کرسکینگے۔

اسلام کے خلاف عیسائیت کا غلط پروپیگنڈا

واقعہ یہ ہے کہ عیسائیوں کے مختلف طبقوں میں اصول عیسائیت اور ذات مسیح کے متعلق بنیادی اختلافات ہیں۔ عیسائیت کی انہی الجھنوں نے دوسرے مذاہب کے مطالعہ پر آمادہ کیا۔ چنانچہ مذاہب عالم کے متعلق انگلستان کی لائبریریوں میں مجھے جتنی کتابیں ملیں میں نے اُن کا مطالعہ شروع کیا۔ یہاں میں نے دنیا کے ہر مذہب کے متعلق علمی کتابیں پائیں جن سے ان مذاہب کے متعلق کافی معلومات حاصل ہوسکتی ہیں۔ مگر جو کتابیں اسلام کے متعلق دیکھیں ان میں بجز طعن و تشنیع کے کچھ نہ تھا۔ ان کتابوں کا نچوڑ یہی تھا کہ اسلام کوئی مستقل مذہب نہیں ہے بلکہ وہ محض عیسائی لٹریچر سے ماخوذ چند اقوال کا مجموعہ ہے۔

قدرتاً میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا اگر واقعی اسلام ایسا ہی بے حقیقت مذہب ہے جیسا کہ یہ ظاہر کرتے ہیں تو پھر اس پر اس قدر اعتراضات، اس قدر طعن و تشنیع، اور اس کے مقابلہ و مدافعت کے لیے اتنی طاقت آزمائی کی کیا ضرورت؟ میرے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ اگر دین اسلام سے انہیں خوف نہ ہوتا اور اس کی قوت و زندگی سے مرعوب نہ ہوتے تو اس سے مقابلہ ومجادلہ اور اس توہین و تذلیل کے لیے اتنی محنت برداشت نہ کرتے۔ چنانچہ اب میں نے طے کرلیا کہ دین اسلام کی جتنی کتابیں مجھے مل سکتی ہیں میں اُن سب کو ایک ایک کرکے دیکھونگا۔

معترضین کے اعتراضات سے اسلام کو کوئی خطرہ نہیں۔ یہ لوگ اگرچہ معاندانہ نقطۂ نظر کو پیش کرتے ہیں۔ مگر اس سے بھی اسلام کی طاقت وقوت کا اندازہ ہوتا ہے اور اسلام کے لیے دعوت

تبلیغ کا راستہ پیدا ہوتا ہے۔

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن          پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا

اب جبکہ مجھے ہدایت نصیب ہوگئی، اور میں نے دل کے پردوں میں سے یہ آواز آتی سنی کہ میں مسلمان ہوں تو میں نے باقاعدہ مسلمانوں کی جماعت میں شامل ہوجانے کا ارادہ کرلیا مجھے ایک صاحب نے بتایا کہ دار الخلافہ اسلام میں ایک مشہور مسجد ہے جس کا نام مسجد ایا صوفیہ ہے (اور وہ اسلام کا سینٹر ہے) تو میں نے اس مسجد کے پتہ پر اپنے حالات لکھ بھیجے۔ جب میرا خط قسطنطینیہ پہنچا تو محکمہ ڈاک نے اسے سلطان عبدالحمید کی خدمت میں روانہ کردیا۔ سلطان المعظم کے سکریٹری نے مجھے جواب دیا کہ آپ مشہور انگریز نو مسلم شیخ عبداللہ کوئلم بیرسٹر لورپول سے ملاقات کریں آپ لوگ سمجھ سکتے ہیں کہ مجھے ایسے مسلمان انگریز سے ملاقات کرکے کس قدر خوشی ہوئی ہوگی جس سے میں کھل کر اپنے دل کا راز بیان کرسکوں اور آزادی کے ساتھ اپنے عقائد و خیالات کا اظہار کرسکوں۔ اور یہ عبداللہ کوئلم وہ شخصیت ہے جس کی تنہا کوشش سے انگلستان میں پانسو سے زیادہ انگریز مسلمان ہوئے ہیں۔

اس دوران میں میرا ارادہ ہوا کہ اپنے قبول اسلام کی اطلاع والد کو کردوں۔ چنانچہ میں نے اطلاع کردی۔ میں اس واقعہ کا اظہار مناسب سمجھتا ہوں کہ عیسائیت کو خیرباد کہنے سے تو میرے والد کو قطعاً رنج نہ ہوا۔ مگر افسوس! کہ میرے قبول اسلام کی خبر سے ان کے دل پر سخت چوٹ لگی۔ اور ان کو اور ان کے ساتھ تمام خاندان کو اس سے بڑا رنج ہوا۔ ان کے اس رنج کو اگر کوئی چیز کم کرسکتی تھی تو وہ یہ خیال تھا کہ شاید میں ان کے کہنے سننے سے پھر (معاذ اللہ) اسلام کو ترک کرکے داخل مسیحیت ہوجاؤں۔ لیکن میں انتہائی مسرت کے ساتھ اعلان کرتا ہوں کہ مجھے اسلام کے دامن کو تھامے ہوئے پینتیس سال گذر گئے ہیں اور آج میں اس وقت کی بہ نسبت کہیں زیادہ اصولِ

اسلام کا معتقد اور اس کے محاسن و فضائل کا معترف ہوں۔ جب سے میں نے اسلام قبول کیا ہے میں اس کے احکام پر عمل کرتا ہوں۔ میں ولی اللہ ہونے کا دعویٰ تو نہیں کرتا مگر یہ ضرور ہے کہ میں فرائض اسلامی کو ادا کرنے میں کسر نہیں چھوڑتا۔

## مسلمانوں کو عملی نمونہ بننا چاہیے

مجھے کامل یقین ہے کہ ایک دن تمام دنیا دین اسلام کے جھنڈے کے نیچے آجائیگی۔ مگر یہ اس امر پر موقوف ہے کہ پیروانِ اسلام اسلام کا نمونہ بنیں اور اصول اسلام کو عملی طور پر دنیا کے سامنے پیش کریں۔ مختلف ممالک اسلامی کے سفر کے دوران میں میں نے محسوس کیا ہے کہ جن ممالک میں مسلمان اکثریت میں ہیں وہاں اُن پر ضعف ہمت پست ہمتی اور افتراق غالب ہے اور جہاں وہ اقلیت میں ہیں وہاں وہ اصول دینی کی پیروی اور احکام دین پر عمل میں (جو قوت و ترقی کے اسباب ہیں) نسبتہً بڑھے ہوئے ہیں۔ اگر دنیا کے مختلف ملکوں کے مسلمان، اپنے دین کی پیروی کریں اور ان کی سیرت پر اسلام کی عظمت کے آثار نمایاں ہوں تو یہ اسلام کی ایک عملی تبلیغ ہوگی جو اقوام عالم کو اسلام کے اصولوں کا گرویدہ بنادیگی

یہ ایک قدرتی بات ہے کہ جب غیر مسلم مسلمانوں کو احکام دین کے خلاف عمل کرتے دیکھتے ہیں تو وہ ان کے اعمال کے آئینہ میں دین اسلام کی مسخ شدہ تصویر دیکھ کر اس سے متنفر ہو جاتے ہیں۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ اگر انہیں یہ بتایا بھی جائے کہ جو کچھ مسلمان کر رہے ہیں اسلام کے احکام اس سے مختلف ہیں۔ تب بھی وہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر احکام اسلام میں کوئی خوبی ہوتی تو سب سے پہلے متبعین اسلام ان پر عمل کرتے اور کسی صورت میں ان کی مخالفت نہ کرتے۔ مثال کے طور پر یوں سمجھیے کہ اگر کوئی مسلمان غیر مسلموں کی کسی تقریب میں شریک ہو اور وہاں اس کے سامنے شراب پیش کی جائے اور وہ اُسے اپنی رواداری اور وسیع النظری کے اظہار کے لیے قبول کرلے تو اس کا یہ عمل

غیر مسلموں کے لیے اس امر کا ثبوت ہوگا کہ یہ مسلمان خود اپنے مذہب کی تعلیمات کی ترویج و اشاعت کی صلاحیت کا منکر ہے۔ ورنہ سب سے پہلے وہ خود ان پر عمل کرتا اور اپنے عمل سے دوسروں کے لیے بہترین نمونہ بنتا۔ لہٰذا ہر مسلمان اپنے مذہب کا مبلغ بن سکتا ہے اگر وہ اس کے آداب اخلاق اور آئین و قوانین کی محافظت کرے جس طرح وہ اس کے لیے مانع بن سکتا ہے اگر ان امور میں مداہنت برتے۔

قرآن کریم صرف احکام دینی ہی کا مجموعہ نہیں، بلکہ وہ انسان کی انفرادی و اجتماعی، دنیوی زندگی کا بھی بہترین رہنما ہے۔ اور یہ حقیقت میں نے اسی وقت محسوس کرلی تھی جب میں نے اس کا مطالعہ شروع ہی کیا تھا۔ حالانکہ میرا مطالعہ ان تراجم کے واسطہ سے تھا جن میں اس کی پاک تعلیم کو آلودہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اسلام کے سوا اور کوئی مذہب نہیں جو ہر قسم کی عبادت کو خداوند جل وعلیٰ کے لیے مخصوص کرتا ہو اور توحید خالص کے عقیدہ کا اعلان کرتا ہو۔ اور عیسائیت تو انسانوں کی پیشانیوں کو ان کے اپنے ہاتھوں کے تراشے ہوئے معبودوں کے سامنے گراتی ہے۔ بھلا اس کے اس شرک ظاہر کا اسلام کی توحید باہر سے کیا مقابلہ جس کی دعوت سورۂ اخلاص میں اس طرح دی گئی ہے:-

قل ھو اللہ احد، اللہ الصمد، لم یلد ولم یولد، ولم یکن لہ کفوا احد۔ کہہ دو کہ اللہ ایک ہے، اور وہ بے نیاز ہے، نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ کسی نے اسے جنا اور نہ اس کا کوئی ہمسر ہے۔

اس میں کچھ شبہ نہیں کہ قرآن نے جس خدا کی عبادت کے لیے بندوں کی رہنمائی کی ہے وہ ہر عیب سے بری اور ہر صفت کمال سے متصف ہے۔ جب انسانیت جہالت اور بچپن کے زمانہ سے گزر رہی تھی تو وہ ہاتھ اور قلم کے بنائے ہوئے خداؤں سے کھیلتی تھی، افسوس کہ آج

میں بھی یہ حماقت دیکھی جا رہی ہے۔ خدا کے تخیل کے متعلق عقل انسانی کی طفلانہ لغزشوں کے تماشے آپ اگر جاؤں میں دیکھ سکتے ہیں لیکن انسانیت کے شباب کے مناظر مسجدوں میں نظر آئیں گے۔ جہاں تصویریں ہونگی نہ مجسمے جو عبادت کرنے والوں کے دل غیر اللہ کی طرف پھیریں حالانکہ خدا ئے واحد ہی تمام کمالات کا مرکز ہے اور عبادت کا مستحق۔ انسانیت کو اس رفیع مرتبہ پر پہنچانے کا سہرا ہادی اعظم نبی اکرم، محمد رسول اللہ و خاتم النبیین کے سر ہے جنھوں نے بتوں کو توڑا اور جلی و خفی شرک کے آثار تک کو مٹا دیا اور انسانیت کو ذلت کے مقام سے نکال کر عزت کے اس مرتبہ پر فائز کیا جو ہر طرح اس کے لائق تھا۔

اسلامی برادری کی جاذب نظر خصوصیت یہ ہے کہ آپ کرۂ زمین پر کسی ملک میں جہاں مسلمانوں کی آبادی ہو چلے جائیں آپ اجنبیت محسوس نہ کرینگے بلکہ آپ کو عزیزوں کی جگہ عزیز اور بھائیوں کی جگہ بھائی ملیں گے، لہٰذا اے حلقہ بگوشانِ اسلام! ہمیں نہ بالشویزم کی ضرورت ہے اور نہ کمیونزم کی۔

## اسلامی اخوت و مساوات

سیاسی مذاہب جن خوبیوں کے دعویدار ہیں وہ ہمارے دین میں بدرجۂ اتم موجود ہیں اور جن خرابیوں سے یہ آلودہ ہیں اُن سے ہمارا دین پاک ہے۔ یہ ایک معتدل مذہب ہے اور ایک عملی پروگرام ہے جو ہر زمانہ میں اور ہر ملک میں انسانی سوسائٹی کی فوز و فلاح کا ضامن ہے۔ اخوت اسلامی کے نام سے دنیا سب سے پہلے اسی کے ذریعہ واقف ہوئی، یہ ایک "جمعیۃ اقوام" ہے جو اغراض و اہوا سے بری ہے اور اس کے رکن جنسی و وطنی اختلافات سے ناواقف ہیں یہ سب اخوت کی ایسی مضبوط زنجیر میں جکڑے ہوئے ہیں جس کے حلقوں کو امیری و غریبی اور اس قسم کے دوسرے ناپائدار مظاہر جُدا نہیں کر سکتے۔ جب مجھے دینِ اسلام کے یہ اصول معلوم ہوئے تو مجھے یقین ہوگیا کہ اسلام اپنی ان

خوبیوں کی بنا پر تمام سماوی و ارضی شریعتوں سے ممتاز ہے اور میں پہلے سے زیادہ اس کا گرویدہ ہو گیا۔

دینِ اسلام کی ایک اور خصوصیت جس نے مجھے اپنی طرف ملتفت کیا اور جس سے اُس کی قدر و منزلت میرے دل میں زیادہ ہوئی وہ "تحریمِ شراب" ہے۔ یہ ایک ایسی خوبی ہے جس سے دوسرے مذاہب کی کتابیں ہمیں خالی نظر آتی ہیں۔ بلکہ عیسائیت میں تو ہم اس اُم الخبائث کی ترغیب پاتے ہیں۔ مثلاً "سینٹ پولس" کی اپنے شاگرد کو ہدایت کہ "وہ تھوڑی شراب اپنے معدہ کی اصلاح کے لیے پیا کرے" یا پانی سے بھرے ہوئے برتنوں کا شراب میں تبدیل ہو جانے کا واقعہ" مجھے تسلیم ہے کہ اس مذہب کے پیشوا شراب سے احتراز کرنے کی ہدایت کرتے بھی نظر آتے ہیں لیکن ہم کتب مقدسہ کی ان نصوص سے بھی آنکھیں نہیں بند کر سکتے جو صراحۃً شراب پینے کی ترغیب دے رہی ہیں۔ پھر بتائیے ہم کیا مانیں اور کیا نہ مانیں؟ بعض اشخاص کی تحریر یا کتب مقدسہ کی تحریف؟

ابھی کچھ عرصہ ہوا امریکہ نے شراب کے خلاف جہاد شروع کیا تھا مگر باوجود تمدن جدید کے تمام وسائل کے اسے اس معرکہ میں پسپا ہونا پڑا۔ کیا امریکہ کی اس معرکہ آرائی کا رسول اکرم مصلح اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی سے کوئی مقابلہ کیا جا سکتا ہے کہ جوں ہی آپ نے شیدایانِ اسلام کو بتایا کہ ان کے خدا نے شراب کو حرام کر دیا ہے تو بے تامل شراب کے مٹکے الٹ دیے گئے اور برتن توڑ دیے گئے اور سڑکوں پر شراب کی ندیاں بہہ گئیں۔ یورپ اور امریکہ کے فہمیدہ انسان جن کی ہدایات و نصائح کی وجہ سے امریکہ میں کچھ عرصہ شراب کی بندش رہی، خواہ زبان سے اعتراف نہ کریں مگر ان کے دل یقیناً انسانی سوسائٹی کی اصلاح میں محمد عربی کے حسن تاثیر اور آپ کی رہنمائی کی کامیابی کا اقرار کر رہے ہیں۔

ہمیں طب بتاتی ہے کہ خنزیر کا گوشت صحت کے لیے سخت مضر ہے۔ کیونکہ اس میں ایک خاص قسم کے جراثیم پائے جاتے ہیں جن کے متعلق تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ آگ ان پر کوئی اثر

نہیں کر سکتی اور اُن کی مضرت کو دور نہیں کر سکتی۔ اگرچہ عیسائیوں کی کتب مقدسہ خنزیر کے گوشت کی ممانعت کرتی ہیں مگر دنیا کے ہر حصہ میں عیسائی اسے بالعموم استعمال کرتے ہیں اور اس کی طبی مضرت اور اپنے مذہب کی ممانعت کی پروا نہیں کرتے، برخلاف مسلمانوں کے کہ وہ اپنے پاک مذہب کے حکم کے مطابق اس سے قطعاً محترز ہیں اور دنیا کے کسی حصہ میں اس کا استعمال نہیں کرتے۔

بلاشبہ چونکہ اکثر عیسائی اس حقیقت سے واقف ہیں کہ جو انجیل ان کے ہاتھوں میں ہے وہ مسیح علیہ السلام سے بعد کی لکھی ہوئی ہے۔ اور چونکہ انہیں ان بنیادی اختلافات کا علم ہے جو ان کی دینی کتابوں میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ اس لیے اس علم و وقوف نے انہیں اپنے احکام دین سے اعراض پر جری کر دیا ہے لیکن مسلمانوں کو کامل یقین ہے کہ جو قرآن آج ان کے ہاتھوں میں ہے وہ وہی قرآن ہے جو صاحب وحی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا۔ اس میں ایک نقطہ اور ایک شوشہ کا فرق نہیں۔

## اعتقادی حقائق

حقائق مذکورہ کی معرفت کے بعد، جب میں نے عام معتقدات اسلامی کا جائزہ لیا تو میں نے تمام اسلامی عقائد عقل کے عین مطابق پائے، توحید خالص کا عقیدہ جو اسلام کا طغرائے امتیاز ہے صحیح ترین عقیدہ ہے جس سے انسان واقف ہو سکا ہے۔ توحید الوہیت، توحید ربوبیت، اور خالق عالم کے لیے تمام صفات کمال کے اثبات میں وہ منفرد و مکمل ہے اور اس کے ساتھ ساتھ دینِ اسلام خدا کے تمام پیغمبروں کی بھی تصدیق کرتا ہے، علیہم صلوٰۃ اللہ وسلامہ۔

مسلمان ایک دوسرے کو جو سلام کرتے ہیں وہ کیا خوب ہے! اس کے معنی کیسے دلپذیر ہیں اور وہ طریقہ جس سے سلام کیا جاتا ہے کیسا دلکش ہے! خصوصاً سر اور دل کی طرف ہاتھ سے اشارہ، کیونکہ جسم انسانی میں یہی دونوں اعضا بہتر و برتر ہیں۔ بھلا اس سلام کا اٹلی کے فیسٹ سلام سے

یا دنیا کی دوسری قوموں اور جماعتوں کے سلام سے کیا مقابلہ؟

بعض یوروپین الزام لگاتے ہیں کہ "اسلام تلوار کے ذریعہ پھیلا ہے" یہ ایک ذلیل جھوٹ ہے اور الزام لگانے والے خود جانتے ہیں کہ یہ غلط اور غیر معقول ہے۔ کیونکہ یہ اگر ایک طرف تاریخ کی تصریحات کے خلاف ہے تو دوسری طرف اصول اسلام کے۔ اگر اسلام تلوار کے ذریعہ پھیلا ہوتا تو کیا ممالک اسلامیہ میں آج ان گرجاؤں، صنم خانوں اور غیر اسلامی اوضاع و اطوار کا جو اسلام کے زمانۂ شباب سے اپنی اصلی حالت میں چلے آتے ہیں وجود بھی باقی رہتا۔ اور پھر قرآن مجید کی آیات بینات کے سامنے ان کے ان مفوات کی کیا حیثیت رہجاتی ہے۔ قرآن کہتا ہے:۔

| | |
|---|---|
| لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ | دین میں کوئی جبر نہیں۔ |
| لَسْتَ عَلَیْھِمْ بِمُصَیْطِرٍ | (اے نبی) آپ ان کافروں پر مسلط نہیں کیے گئے۔ |
| لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ | تمہیں تمہارا دین مبارک اور مجھے میرا دین۔ |

تلوار کی دھار سے مذہب کی تبلیغ تو خود ان کا اپنا طریقہ رہا ہے۔ مذہب کے نام پر جو مظالم اسپین کے مسلمانوں پر روا رکھے گئے اُن کے ذکر سے تاریخ کی کتابیں رنگین ہیں اور عیسائیوں کی پیشانیاں داغدار۔ ان کو خود اس کا اقرار ہے کہ جب شارلمان جرمنی میں داخل ہوا تو اُس نے حکم دیا کہ جو سیکسن عیسائیت قبول نہ کرے اسے تلوار سے اُڑا دیا جائے۔ بہرکیف، اگر کوئی مذہب تلوار کے ذریعہ پھیلا ہے تو وہ اسلام نہیں بلکہ کوئی اور مذہب ہے۔

برادران اسلام! وقت زیادہ ہوگیا ہے۔ میں اس موضوع پر آپ سے جو کچھ کہنا چاہتا تھا وہ سب نہ کہہ سکا۔ میں دوبارہ آپ کے سامنے یہ اعلان کرنا چاہتا ہوں کہ جس قدر اسلام کے متعلق میری معلومات میں اضافہ ہوتا جاتا ہے میرے دل میں اس کا احترام و ایقان زیادہ ہوتا جاتا ہے مجھے یہ دعویٰ تو نہیں کہ میں نے مکمل مذہبی معلومات حاصل کرلی ہیں لیکن بہ قدر ضرورت میں

ان سے ضرور بہرہ مند ہو چکا ہوں۔ مجاہد اعظم سیف اللہ خالد بن ولید نے فتوحات اسلامیہ میں جوشیلانہ، بہادرانہ، اور رجیمانہ طرز عمل اختیار کیا اور اس سے دین اسلام کو جو دن دونی رات چوگنی ترقی ہوئی چونکہ میرے دل میں اس کی بڑی قدر ہے اس لیے میں نے اس مجاہد کے نام پر اپنا نام رکھنا پسند کیا ہے۔

نوجوانان اسلام! قبل اس کے کہ میں اس ممبر سے اُتروں آپ کو یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ آپ پر اسلام کی طرف سے بڑی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، اس کو آپ کی جان فروشی اور سخت کوشی کی ضرورت ہے۔ ہم خادمان اسلام اب بوڑھے ہو گئے ہیں۔ آپ لوگ اسلام کی ترقی و تبلیغ کے لیے بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ لہذا اپنی امکانی کوشش میں کسر نہ چھوڑیئے تاکہ اس انجمن کے اغراض کی تکمیل ہو اور اسلام اور مسلمانوں کی خدمت جو اس کے مقاصد ہیں اُن کی تحصیل ہو۔ آپ انجمن کے عہدیداروں کے بھروسہ پر نہ رہیے۔ انہیں بہت سے دفتری کام ہیں، اصل اور ٹھوس کام آپ کو کرنا ہے، اگر آپ مل جل کر اُسے انجام دینے کے لیے تیار ہوں، تاکہ یہ شاندار ادارہ ترقی کی انتہا کو پہنچ جائے۔ اس وقت میں نے آپ سے اس طرح گفتگو کی ہے جس طرح ایک دوست اپنے دوستوں سے کرتا ہے مجھے معلوم ہے کہ ایک مقرر کو اپنے مخصوص حدود میں رہ کر تقریر کرنی چاہیئے مگر دوستانہ گفتگو اس پابندی سے آزاد ہے۔ بھائی اپنے بھائیوں سے جو چاہے کہہ سکتا ہے۔ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے میری ان باتوں کو توجہ سے سُنا اور مترجم حضرات کا بھی جنہوں نے ترجمانی کی زحمت گوارا کی، کیونکہ مجھے افسوس ہے کہ میں عربی زبان میں آپ کو مخاطب کرنے سے معذور تھا۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ